AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اردو شاعری: فکر الحاد کے تناظر میں ایک تجزیاتی مطالعہ

A CRITICAL STUDY OF URDU POETRY IN THE CONTEXT OF ATHEISTIC THOUGHT

ڈاکٹر زینت بی بی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر تحسین بی بی

صدر شعبہ لسانیات وادبیات (اردو)، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

خضرہ

ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور

صبرینہ

ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی پشاور

Abstract

Atheism refers to the denial of an absolute reality or the existence of God. Literature serves as a reflection of life and thoughts, and throughout the literary world various ideologies have emerged, among them atheistic thought. Followers of atheistic ideologies have existed in every era, though due to social and economic pressures, they have not always openly expressed their beliefs. However, their poetry often contains skeptical elements that suggest a deep sense of disillusionment and questioning of divine existence. Like world literature, Urdu literature too has witnessed the influence of diverse philosophical and existential conditions be they social or individual. Urdu poets and writers have also gone through various circumstances, which are reflected in their works. In many cases, their poetry includes questions about the existence of God or expresses a complete sense of denial. Among the early poets, figures like Mir Taqi Mir, Momin, Dagh, Ghalib, and Mir Dard are noteworthy. While their poetry is not entirely atheistic, it does contain prominent skeptical and atheistic undertones. In the twentieth century, these ideas became more pronounced and matured within Urdu poetry. Poets such as Jaun Elia, Noon Meem Rashid, and Rafi Raza clearly reflect atheistic ideologies, often portraying a more explicit denial of divine existence in their works.

Key words: Atheism, Existential, Skeptical, Atheistic undertones.

"الحاد" کے لیے انگریزی زبان میں جو لفظ استعمال ہوتا ہے، وہ Atheism ہے۔ یہ لفظ "Theism" سے اخذ کیا گیا ہے، جو ایسے نظریے کو ظاہر کرتا ہے جس میں خدا، حقیقتِ مطلقہ یا کسی الوہی ہستی کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ جب "Theism" کے آغاز میں "A" کا اضافہ ہوتا ہے، تو یہ اس کے انکار کا مفہوم پیدا کرتا ہے۔ اس طرح Atheism کا مطلب بنتا ہے: خدا یا کسی ماورائی وجود کا انکار۔ یہ محض سوچنے سے گریز نہیں، بلکہ ایک باقاعدہ فکری رویہ ہے جو ماورائے فطرت یا الوہی طاقتوں کے تصور کو مکمل طور پر رد کرتا ہے۔ اگر Theism اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ کائنات کے پیچھے کوئی اعلیٰ ہستی یا خالق موجود ہے، تو Atheism اس خیال کو سراسر مسترد کرتا ہے۔ اس کے مطابق دنیا میں جو کچھ بھی ہے، وہ صرف مادی اصولوں اور قدرتی قوانین کے تحت ہے، اور کسی مابعد الطبیعیاتی وجود کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس حوالے سے **فیض ریاض شاہد کی کتاب "تاریخ الحاد مغرب میں"** میں لکھتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"انگریزی میں بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کے شروع میں اگر A لگا دیا جائے تو ان میں نفی کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ Atheism بھی انہیں الفاظ میں سے ہے۔ یہ درحقیقت A + Theism ہے، جب A کو Theism کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو Atheism بن جاتا ہے اور اس میں Theism کی نفی پیدا ہو جاتی ہے گویا Atheism کے لغوی معنی ہوئے، تھیزم کا انکار۔"(1)

الحاد کی تعریف ڈاکٹر جولین باگینی ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

(Atheism).....is the belief that there is no God or Gods.(2)

یعنی الحاد اس عقیدے کا نام ہے جس کا ماننا ہے کہ کوئی بھی خدا موجود نہیں۔

پروفیسر الیسٹر مگراء کے مطابق:

الحاد، وجود باری تعالیٰ سے ایک باقاعدہ سوچا سمجھا انکار ہے۔(3)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

"Atheism is the religion of the autonomous and rational human being, who believes that reason is able to uncover and express the deepest truths of the universe, from the mechanics of the rising of the sun to the nature and final destiny of humanity".(4)

الحاد ایک گہرا فکری اور فلسفیانہ نظریہ ہے، جس کے ماننے والے کسی ماورائے عقل یا ماورائے فطرت حقیقت پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک کائنات کا نظام کسی غیبی طاقت کے زیرِ اثر نہیں، بلکہ یہ ایک خودکار، سائنسی اصولوں کے تحت رواں دواں ہے۔ وہ ہر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں جس کی بنیاد تجربے، مشاہدے اور منطق پر ہو، اور ایسی تمام چیزوں کو رد کر دیتے ہیں جو محض ایمان، عقیدے یا مابعد الطبیعیاتی تصورات پر قائم ہوں۔ خدا کا تصور چونکہ ایک مابعد الطبیعیاتی تصور ہے، اس لیے ملحدین اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ہر دور میں انسان مختلف سیاسی، سماجی اور فکری حالات سے دوچار رہا ہے، اور الحاد کا تصور محض جدید دور کی پیداوار نہیں بلکہ قدیم تہذیبوں اور زمانوں میں بھی ایسے افکار و شخصیات موجود رہے ہیں جنہوں نے رائج مذہبی و ماورائی نظام سے انکار کیا اور اپنے فکری و روحانی سفر کو ایک الگ راہ پر ڈالا۔ بعض افراد کلی انکار کے قائل ہوتے ہیں، جبکہ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو تذبذب اور تشکیک کی کیفیت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اگر مناسب رہنمائی اور فکری روشنی مہیا کی جائے تو وہ دوبارہ یقین کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الحاد کے مختلف درجات اور اقسام پائے جاتے ہیں. کچھ سخت گیر منکر، کچھ نرم رو تشکیکی۔ جس طرح ہر نظریہ اور فکر نے ادب کو متاثر کیا ہے، اسی طرح الحاد نے بھی ادبی اظہار میں اپنی جھلک چھوڑی ہے۔ اردو ادب میں بھی ہمیں ایسے شعرا اور ادبا ملتے ہیں جن کے کلام میں الحاد کے نظریات کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اس حوالے سے میر تقی میر کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ ان سے قبل بھی کسی شاعر نے الحاد یا تشکیک کا اظہار کیا ہو، مگر میر کی شاعری میں اس انکار اور فکری بغاوت کو جس جرأت

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اور کھلے پن سے پیش کیا گیا، وہ انہیں ایک منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ میر کے اشعار میں ایک واضح انداز میں فکری بغاوت اور خدا سے گریز کی کیفیت نظر آتی ہے، جو اردو شاعری میں الحادی رجحانات کی ایک اہم مثال ہے۔ میر کی شاعری سے چند مثالیں ملاحظہ ہو:

اب تو جاتے ہیں بت کدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا(5)

میر کا مذکورہ شعر سطحی معنویت سے ماورا ایک ایسی رمزیت کا حامل ہے جس میں کثیر الابعاد فکری و روحانی جہات پوشیدہ ہیں۔ "بت کدہ" محض کسی مخصوص مذہبی معبد یا ثقافتی مظہر کا استعارہ نہیں بلکہ ایک ایسی تمثیلی فضا کا غماز ہے جہاں شاعر کو مکاشفاتی واردات یا روحانی ارتعاش کا سامنا ہوتا ہے۔ اگر اس استعارے کو مروجہ مذہبی قالب سے ماورا ایک متبادل فکری و تجربی سطح پر دیکھا جائے تو یہ مقام اُس سلوک کا آئینہ دار بن جاتا ہے جہاں شاعر اپنے باطنی اضطراب اور مابعد الطبیعیاتی جستجو کے ساتھ غیر روایتی مسالک میں خدا کی دریافت کا خواہاں نظر آتا ہے۔ دوسرے مصرعے میں ایک ایسا ماورائی ابہام مضمر ہے جو شاعر کے اندر موجود ایمانی یقینیّت اور فکری تردد کے مابین ایک تناؤ کی فضا قائم کرتا ہے۔ اس مشروط اظہار میں جو کیفیت پنہاں ہے وہ خدا کی مشیت پر کامل اعتماد سے زیادہ ایک غیر متعین امکانی کیفیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ شاعر گویا وجودی سوالات کے گھیرے میں ہے، جہاں "خدا لانا" محض ایک لسانی ترکیب نہیں بلکہ ایک مابعد الایمان فضا میں کھڑے ہونے کی علامت ہے۔ یہی امکانی فضا شاعر کو صریح انکار یا ایمان کی قطعیّت کے بیچ لا کر کھڑا کرتی ہے، جہاں یقین متزلزل ہو کر امکان میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ یہی وہ فکری کیفیت ہے جسے جدید فکری تنقید میں لاادریت یا نرم الحاد سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس میں شاعر مذہب کے مروجہ سانچوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے لیکن ساتھ ہی کسی متعالی سچ کی تلاش سے بھی دستبردار نہیں ہوتا۔ پس، میر کا یہ شعر اس فکری اور روحانی بحران کی نہایت بلیغ نمائندگی کرتا ہے جو رسمی عقائد، روایتی مذہبی ڈھانچوں اور ماورائی سچائی کی جستجو کے درمیان ایک داخلی کشمکش کو جنم دیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں الحاد ایک نظری انکار کے بجائے ایک فکری اور روحانی تجربے کے طور پر جلوہ گر ہوتا ہے، اور میر اس تجربے کے حساس ترین ترجمان کے طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

میر تقی میر مزید لکھتے ہیں:

کس کا کعبہ، کیسا قبلہ، کون حرم ہے، کیا احرام
کوچے کے اس کے باشندوں نے سب کو یہیں سے سلام کیا(6)

عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے
کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا(7)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ دو ہی صورتیں ہیں یا منعکس ہے عالم
یا عالم آئنہ ہے اس یار خود نما کا (8)

اگر غائر نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو میر اور ان کے ہم عصر شعرا کے ہاں الحاد کا جو مفہوم ابھرتا ہے، وہ دراصل تشکیکی الحاد کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ ان کے کلام میں ہمیں ایسے صریح انکارِ خدا کا کوئی نشان نہیں ملتا جیسا کہ بیسویں صدی کے شعرا کے ہاں دکھائی دیتا ہے۔ میر، درد، داغ اور مومن جیسے شعرا کے ہاں اگرچہ خدا کی ذات سے ایک گونہ فاصلہ محسوس ہوتا ہے، مگر وہ فاصلہ سراسر انکار کی بنیاد پر نہیں بلکہ حالات کی پیچیدگیوں اور داخلی کرب کے نتیجے میں پیدا ہونے والی کیفیت کا مظہر ہے۔ یہ وہ عہد تھا جب سلطنتِ مغلیہ اپنے زوال کی آخری منازل طے کر رہی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد سیاسی اُفق پر ایک مہیب افراتفری کا غلبہ ہو چکا تھا۔ تخت و تاج کی کشمکش نے شاہی خاندان کو خون آشام معرکوں میں الجھا رکھا تھا، اور اقتدار کا ہر متمنی اپنے ہی ہم خوں کی جان کا پیاسا بنا ہوا تھا۔ انہی مخدوش حالات میں برطانوی تجارتی قافلے، جو محض تجارت کی غرض سے واردِ ہند ہوئے تھے، اپنی طالع آزمائی کے ذریعے نہ صرف سیاسی قوت حاصل کرنے لگے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ اس سرزمین کے اصل حکمران بنتے چلے گئے۔

شعرا اور ادبا چونکہ مزاجاً نہایت لطیف الحس اور نازک خیال ہوتے ہیں، اس لیے اس دور کی سیاسی و سماجی ابتری نے ان کے فکری زاویوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ نتیجتاً ان کے اشعار میں ایک ایسی فکری گم گشتگی، بے یقینی اور تشکیک در آئی، جو بظاہر الحاد کی صورت اختیار کرتی دکھائی دیتی ہے، مگر فی الواقع یہ وجودی کرب کا وہ عکس ہے جس میں شاعر کی روح اضطراب و سوال کی کیفیت میں مبتلا نظر آتی ہے، نہ کہ انکارِ کامل کی کسی ٹھوس دلیل کے ساتھ۔ یوں یہ کہنا بجا ہو گا کہ یہ الحاد نہیں، بلکہ ایک اضطرابی تشکیک تھی جو بدلتے زمانے، بگڑتے حالات اور چھن جاتی اقدار کا ردِ عمل تھی۔ اس دور کی شاعری سے کچھ نمونے ملاحظہ ہو:

حرم و دیر تو ہم چھان چکے
کہیں اس کا بھی نشان پائے گا(9)

ایماں مجھے روکے ہے، جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے(10)

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے(11)

مومن خدا کے واسطے ایسا مکان نا چھوڑ
دوزخ میں ڈال خلد کو کوئے بتاں نا چھوڑ"(12)

میں نے جو پائی ہے اس تیغ ادا میں لذت
سامنے خضر و مسیحا کو بٹھا لوں تو کہو(13)

دنیا کو کیے دیتے ہیں دونوں تہہ و بالا
اللہ! بنا ایک فلک ایک زمیں اور(14)

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں اردو شاعری میں جہاں تشکیکی الحاد کے رجحانات غالب نظر آتے ہیں، وہیں بیسویں صدی میں یہ رویہ ایک نئے مرحلے میں داخل ہوتا ہے، جسے انکاری الحاد کے نام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بیسویں صدی کے شعرا ن۔م۔راشد، جون ایلیا اور رفیع رضا کی شاعری میں الحاد کا جو شعور ابھرتا ہے، وہ خالصتاً انکارِ خدا کے تصور سے جڑا ہوا ہے۔ اس فکری تبدیلی کے پسِ منظر میں صنعتی انقلاب، سائنسی ترقی اور جدید نظریات کی آمد کارفرما ہے۔ ڈارون کے نظریہ ارتقاء سے لے کر بلیک ہول جیسے فلکیاتی نظریات تک، انسان کی فکری دنیا میں ایک گہرا تغیر رونما ہوا۔ یہ عہد انسان کے متجسس مزاج کا غماز تھا ایک ایسا تجسس جو ازل سے اس کی سرشت میں شامل ہے اور جو کائنات کے اسرار سے لے کر وجود کے بنیادی سوالات تک محیط ہے۔ جب انسان نے اپنے سیاسی اور سماجی جبر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، تو اس کی فکری پرواز نے مذہبی اعتقادات کو بھی کٹہرے میں لا کھڑا کیا۔ یوں تشکیک سے آگے بڑھ کر بیسویں صدی کا انسان خدا کے تصور کا ہی انکار کرنے لگا، اور یہی انکاری الحاد کی بنیاد بنی۔ اردو شاعری میں یہ رجحان محض فکری نہیں بلکہ وجودی سطح پر گہرائی کے ساتھ محسوس کیا جاسکتا ہے، جس کی زندہ مثالیں راشد، جون ایلیا اور رفیع رضا کے اشعار میں نمایاں ہیں۔

جون ایلیا کی شاعری سے انکاری الحاد پر چند نمونے ملاحظہ ہو:

ہم کو گرداب سے میں ہے اک امید
پر کہیں بھی نہیں خدا جاناں(15)

"دہر آشوب ہے سوالوں کا
اور خدا لاجواب ہے، سو ہے"(16)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہے خدا ہی پہ منحصر ہر بات
اور آفت یہ ہے خدا ہی نہیں(17)

جون لوح و قلم کے مالک نے
دوسروں کا لکھا ہوا بھیجا(18)

ہم سے کیا کیا خدا مکرتا ہے

ہم خدا سے مکرتے رہتے ہیں(19)

ن۔م راشد کی شاعری سے انکاری الحاد پر چند نمونے ملاحظہ ہو:

نہیں، اس دریچے کے باہر تو جھانکو

خدا کا جنازہ لیے جا رہے ہیں فرشتے(20)

ہمارے اعضا جو آسماں کی طرف دُعا کے لیے اُٹھے ہیں

(تم آسماں کی طرف نہ دیکھو!)

مقام نازک پر ضرب کاری سے جاں بچانے کا ہے وسیلہ

کہ اپنی محرومیوں سے پھیلنے کا ایک حیلہ ؟

بزرگ و برتر خدا کبھی تو (بہشت برحق)

ہمیں خدا سے نجات دے گا

کہ ہم ہیں اس سرزمیں پہ جیسے وہ حرف تنہا،

(مگر وہ ایسا جہاں نہ ہو گا،) خموش و گویا،

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جو آرزوئے وصال معنی میں جی رہا ہو

جو حرف و معنی کی ایک ولی کو ترس گیا ہو!

ہمیں معری کے خواب دے دو

(کہ سب کو بخشیں بقدر ذوق نگہ تبسم)

ہمیں معری کی روح کا اضطراب دے دو

(جہاں گناہوں کے حوصلے سے ملے تقدس کے دُکھ کا مرہم)

کہ اُس کی بے نور و تار آنکھیں

درون آدم کی تیرہ راتوں

کو چھیدتی تھیں

اُسی جہاں میں فراق جاں گاہ حرف و معنی

کو دیکھتی تھیں(21)

صبح جب باغ میں رس لینے کو زنبور آئے

اس کے بوسوں سے ہوں مدہوش سمن اور گلاب

شبنمی گھاس پر دو پیکر یخ بستہ ملیں،

اور خُدا ہے تو پشیماں ہو جائے!(22)

احمد فراز کی شاعری سے مثال ملاحظہ ہو:

سانسوں کی تھکن بدن کی ٹھنڈک

احساس سے کب تلک لہو لے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہاتھوں میں کہاں سکت کہ بڑھ کر

خود ساختہ پیکروں کو چھولے

یہ زخم طلب یہ نامرادی

ہر بت کے لبوں پہ ہے تبسم

اے تیشہ بدست دیوتاؤ!

تخلیق عظیم ہے کہ خالق

انسان جو اب چاہتا ہے(23)

رفیع رضا کی شاعری سے فکر الحاد کے تناظر میں چند مثالیں ملاحظہ ہو:

تو خود ہی دیکھ دستِ قضا! تو نے کیا کیا
بندوں نے یہ کیا تو بتا! تو نے کیا کیا(24)

تجھ کو عالم پر اختیار نہیں

کیا کسی دوسرے کا عالم ہے(25)

چونکہ پہلے خدا محبت تھا

اب اسے ڈر بنالیا جائے(26)

حرف کیا ہے! تجھے نہیں معلوم

یہ خدا ہے! تجھے نہیں معلوم

یہ جو موجود ہے اسی میں کہیں

اک خلا ہے! تجھے نہیں معلوم(27)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بیسویں صدی کا انسان ایک ایسے دوراہے پر کھڑا تھا جہاں بظاہر ترقی اور سائنسی کامیابیاں اُس کی زندگی کو آسان بنانے میں مصروف تھیں، مگر اُس کا باطن ایک گہری اداسی اور تنہائی میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہی وہ باطن تھا جسے اس دور کے نمائندہ شعرا نے اپنے کلام میں آواز دی۔ جون ایلیا، ن۔م۔راشد، احمد فراز اور رفیع رضا کی شاعری اس باطن کی چیخ ہے، جو اس ترقی یافتہ دور میں بھی اپنی پہچان، اپنا خدا، اور اپنا سکون تلاش کر رہا ہے۔ شاعری میں جو مایوسی ابھرتی ہے وہ محض ایک ذاتی کرب کا اظہار نہیں، بلکہ ایک اجتماعی اذیت کی عکاسی ہے جو اُس عہد کے سیاسی جبر، سماجی ناہمواری، اور مذہبی جمود کا نتیجہ تھی۔ شاعر انفرادی کرب کو اجتماعی شکل دے کر ایک ایسا بیانیہ تخلیق کرتا ہے جس میں انسان کی روح، خدا سے سوال کرتی ہے۔ یہ سوال احتجاج نہیں، فریاد ہے۔ انسان اس امید سے پکار رہا ہے کہ کوئی ہے جو اُسے سنے گا، جو اُس کی فریاد پر لبیک کہے گا، جو اُس کی مایوسی کو امید میں بدل دے گا۔ لیکن جب وہ ذات، جس سے ستر ماؤں جیسی محبت کا یقین دلایا گیا تھا، خاموش رہے، تو پھر وہ فریاد صدا بن جاتی ہے اور صدا واپس لوٹ آئے تو مایوسی لازم ہو جاتی ہے۔ اس مایوسی کا فطری نتیجہ ایک نفسیاتی بغاوت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بغاوت محض خدا یا مذہب سے بیزاری نہیں بلکہ اُس غیر فطری مذہبی تعبیر سے انکار ہے جو انسان کی شخصیت کو جکڑ لیتی ہے، اُس کے سوالات کو کفر قرار دیتی ہے اور اُس کے کرب کو تسلیم نہیں کرتی۔ شاعر کا کلام اسی بغاوت کی نمائندگی کرتا ہے، جہاں وہ مذہب کو رد نہیں کرتا بلکہ اُس خدا کو پکار رہا ہے جو کہیں گم ہو چکا ہے، یا شاید خاموش تماشائی بن گیا ہے۔ جون ایلیا کی شاعری میں یہ کیفیت اس شدت سے ظاہر ہوتی ہے کہ قاری اُس کے اشعار میں اپنی الجھنوں، سوالوں اور محرومیوں کی بازگشت سننے لگتا ہے۔ ن۔م۔راشد کا شعور، جدید انسان کی عقل و دانش کی روشنی میں نئے خدا کی تلاش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ احمد فراز کی نرمی اور رفیع رضا کی داخلی ٹوٹ پھوٹ، سب مل کر بیسویں صدی کے اُس انسان کا خاکہ پیش کرتی ہیں جو سماج، مذہب اور سائنس کے درمیان پسا ہوا ہے۔ یہ اشعار محض جمالیاتی اظہار نہیں بلکہ ایک فکری جدوجہد کا اعلان ہیں۔ ان میں چھپی بغاوت، سوالات، اور گلہ ایک ایسے انسان کی آواز ہے جو اب بھی روشنی کا متلاشی ہے، جو اب بھی کسی جواب کا منتظر ہے، جو اب بھی یہ چاہتا ہے کہ اُس کی فریاد سنی جائے، اور شاید اُسے یقین ہو کہ ایک دن کوئی صدا ضرور لوٹے گی، جو جواب بنے گی، جو امید کا آغاز ہو گی۔

حوالہ جات

1. فیصل ریاض شاہد، تاریخِ الحاد مغرب، عکس پبلی کیشنز لاہور، ص:48
2. ایضاً، ص:50
3. ایضاً، ص:51
4. ایضاً، ص:51
5. انتخابِ کلام میر تقی میر، انتخاب: ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، مئی 2018، ص:97
6. ایضاً، ص:80
7. ایضاً، ص:263
8. ایضاً، ص:265
9. منتخب کلام خواجہ میر درد، انتخاب: کرن رباب نقوی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، 2019، ص:77

10. مولانا غلام رسول مہر، نوائے سروش، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز، ص:661
11. ایضاً، ص:497
12. انتخاب حکیم مومن خان مومن، مرتب: ڈاکٹر منور ہاشمی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، 2015، ص:49
13. منتخب کلام داغ دہلوی، مرتب: ڈاکٹر نثار ترابی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2017، ص:55
14. ایضاً، ص:99
15. جون ایلیا، گویا، دہلی، تخلیق کار پبلشرز، ص:144
16. ایضاً، ص:150
17. ایضاً، ص:92
18. ایضاً، ص:46
19. جون ایلیا، گماں، لاہور، الحمد پبلیکیشنز، 2006، ص:22
20. ن۔م راشد، کلیات راشد، دہلی، کتابی دنیا2، ص:328۔329
21. ایضاً، ص:131۔132
22. ایضاً، ص:70
23. احمد فراز، شہر سخن آراستہ (کلیات)، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، 2013، ص:124
24. رفیع رضا، ستارہ لکیر چھوڑ گیا، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ص:76
25. ایضاً، ص:83
26. ایضاً، ص:121
27. ایضاً، ص:83

Refrences

1. Faisal Riaz Shahid, Tareekh-e-Ilhaad Maghrib, Aks Publications, Lahore, p. 48
2. Ibid., p. 50
3. Ibid., p. 51
4. Ibid., p. 51
5. Intikhab-e-Kalam Meer Taqi Meer, Selected by Dr. Arshad Mahmood Nashad, National Book Foundation, Islamabad, May 2018, p. 97
6. Ibid., p. 80
7. Ibid., p. 263
8. Ibid., p. 265

9. Muntakhab Kalam Khwaja Meer Dard, Selected by Kiran Rubab Naqvi, National Book Foundation, Islamabad, 2019, p. 77
10. Maulana Ghulam Rasool Mehr, Nawa-e-Sarosh, Sheikh Ghulam Ali & Sons (Pvt.) Ltd. Publishers, p. 661
11. Ibid., p. 497
12. Intikhab Hakeem Momin Khan Momin, Compiled by Dr. Munawwar Hashmi, National Book Foundation, Islamabad, 2015, p. 49
13. Muntakhab Kalam Daagh Dehlvi, Compiled by Dr. Nisar Turabi, National Book Foundation, Islamabad, 2017, p. 55
14. Ibid., p. 99
15. Jaun Elia, Goya, Delhi, Takhleeqkar Publishers, p. 144
16. Ibid., p. 150
17. Ibid., p. 92
18. Ibid., p. 46
19. Jaun Elia, Gumaan, Lahore, Alhamd Publications, 2006, p. 22
20. N. M. Rashid, Kulliyat-e-Rashid, Delhi, Kitabi Duniya, vol. 2, pp. 328–329
21. Ibid., pp. 131–132
22. Ibid., p. 70
23. Ahmad Faraz, Shehr-e-Sukhan Aaraasta (Kulliyat), Islamabad, Dost Publications, 2013, p. 124
24. Rafi Raza, Sitara Lakeer Chor Gaya, Lahore, Sang-e-Meel Publications, p. 76
25. Ibid., p. 83
26. Ibid., p. 121
27. Ibid., p. 83